عابد رضا بیدار

مولانا آزاد غبارِ خاطر اور کاروانِ خیال

حیرت انگیز اصلاحی عمل

"کاروانِ خیال" اور "غبارِ خاطر" کی اشاعت کی تاریخوں میں چند ماہ کا فرق ہے۔ غبارِ خاطر کی اشاعت کا کوئی علم کاروانِ خیال کے مرتب کو نہ تھا اور اس لئے اس بات کا بھی کوئی خیال نہ تھا کہ کاروانِ خیال میں شامل کئے جانے والے بعض مکاتیب غبارِ خاطر میں بھی شامل کئے جا رہے ہیں۔

چار ایسے خط ہیں جو غبارِ خاطر اور کاروانِ خیال میں مشترک ہیں۔

کاروان، غبار کے برخلاف مولانا کی نگرانی میں نہیں چھپی۔ لیکن کاروان والے خطوط جب غبار میں شامل کئے جانے لگے تو ان کی عبارتوں میں حیرت انگیز ترمیم و اصلاح کر دی گئی۔ تاریخیں بدلی گئیں، بعض جگہ فارسی اردو عربی کے شعر بڑھائے گئے، کئی کئی جملوں کا اضافہ کیا گیا اور اس کے بعد انھیں غبار میں اشاعت کے لئے دیا گیا۔

پہلی بار جب مجھے دونوں کی عبارتوں میں فرق کا احساس ہوا تو یہ سوچکر اپنے آپ کو تسلی دے لی کہ کاروانِ خیال کے کاتب نے یہ کتر بیونت کر دی ہوگی۔ لیکن حسن اتفاق سے کاروان میں شامل خطوط اپنی اصل شکل میں مولانا کے قلم سے لکھے ہوئے مجھے دیکھنے کو مل گئے اور مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا کہ کاروانِ خیال مطبوعہ صورت میں مسودے سے ایک حرف کم یا زیادہ نہیں ہے۔

یہ میرے لئے ایک دلچسپ انکشاف تھا۔

اس بات سے قطع نظر کہ اردو کے ایک اہم نثر نگار کی خود اپنی عبارتوں میں اصلاح و ترمیم کا عمل سامنے آجاتا ہے ——— اور اس حیثیت سے بھی یہ مثال بے مثال ہو ——— ان اضافوں اور ترمیموں کے پیچھے جو ذہن کام کر رہا ہے اس کے نفسیاتی تجزیہ کے لئے ایک اہم بنیاد مل جاتی ہے۔ آپ

دیکھیں گے کہ اس اصلاحی عمل میں ہر جگہ اردو کے اس صاحبِ طرز ادیب کی انانیت جھلک رہی ہے۔

میں نے کاروان اور غبار کی عبارتوں کو الگ الگ کالموں میں درج کیا ہے' پہلا کالم کاروان کا ہے اور دوسرا غبار کا:۔

(۱)

کاروانِ خیال	غبارِ خاطر
۲۷ جون ۱۹۴۵ء	۲۷ جون ۱۹۴۵ء
صدیقِ مکرم۔	
اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشینِ دل	اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشینِ دل
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت	می بینمت عیاں و دعا می فرستمت
ابوالکلام	دل حکایتوں سے لبریز ہے مگر زبان درماندہ فرصت گویارائے سخن نہیں۔ مہلت کا منتظر ہوں۔
	ابوالکلام[1]

(۲)

مولانا کے نام شیروانی صاحب کا نامۂ منظوم، کاروانِ خیال/۱۲۸، غبارِ خاطر/۲۷، اصل خط کی

---

[1] کاروانِ خیال میں ایک اور خط کی عبارت اس طرح ہے

۲ جولائی ۱۹۴۵ء

صدیقِ مکرم۔ نامہ گرامی پہنچا۔

گرچہ ندیم بیادِ تو قدح می نوشیم بعُدِ منزل نہ بود در سفرِ روحانی

دل حکایتوں سے لبریز ہے مگر زبانِ درماندہ کو ابھی یارائے سخن نہیں منتظرِ مہلت ہوں۔

ابوالکلام

غبارِ خاطر میں فارسی شعر کے بعد کی پوری عبارت بعض لفظوں کی ترمیم کے ساتھ موجودہ خط میں بڑھا دی گئی ہے ـــ

تاریخ کے لحاظ سے ۲۴ر جولائی ۱۹۴۵ء کو لکھا گیا ہے۔ غبارِ خاطر میں جب یہ خط اشاعت کی غرض سے شامل کیا گیا تو مولانا کے ایماء سے اس پر یہ نوٹ دیا گیا:

"مولانا اگست ۱۹۴۵ء کے اواخر میں کشمیر گئے تھے اور گلمرگ میں قیام کیا تھا۔ اُس زمانے میں یہ نامہ منظوم پہنچا"۔

(۳)

نسیم باغ۔ سرینگر (کشمیر)

۲۶ر اگست ۱۹۴۵ء

صدیق مکرم۔ زندگی میں بہت سی جستجوئیں کی تھیں لیکن اب ایک نئی جستجو پیچھے لگ گئی ہے، یعنی اپنی گم شدہ صحت کا سراغ ڈھونڈھ رہا ہوں

نکل گئی ہے وہ کوسوں دیارِ حرماں سے

اطباء نے کشمیر کی وادیوں میں سراغ رسانی کا مشورہ دیا تھا چنانچہ گلمرگ پہنچا اور تقریباً تین ہفتے وہاں بسر کئے لیکن گم شدہ صحت کا کوئی سراغ نہیں ملا اب سرینگر آ گیا ہوں اور ہاؤس بوٹ میں نسیم باغ کے پاس مقیم ہوں۔ فیضی نے یہاں بارِ عیش کھولا تھا:

ہزار قافلۂ شوق میکند شبگیر
کہ بارِ عیش گشاید بخطۂ کشمیر

میرے حصے میں ناخوشی و علالت کا بوجھ آیا۔ اُسے سر پر اُٹھائے یہاں آیا تھا اور سر پر اٹھائے ناچ جاؤں گا۔ یہ کشمیر کی جاں پرور آب و ہوا کا قصور

ہاؤس بوٹ۔ سرینگر

۲۴ر اگست ۱۹۴۵ء

گہے از دست، گاہے از دل و گاہے ز پا ماندم
بہ سرعت می روی اے عمر! می ترسم کہ وا ماندم

صدیق مکرم۔ زندگی کے بازار میں جنسِ مقاصد کی بہت سی جستجوئیں کی تھیں۔ لیکن اب ایک نئی متاع کی جستجو میں مبتلا ہو گیا ہوں، یعنی اپنی کھوئی ہوئی تندرستی ڈھونڈھ رہا ہوں۔ معالجوں نے وادیِ کشمیر کی گل گشتوں کا مشورہ دیا تھا، چنانچہ گذشتہ ماہ کے اواخر میں گلمرگ پہنچا اور تین ہفتے تک مقیم رہا۔ خیال تھا کہ یہاں کوئی سراغ پا سکوں گا مگر ہر چند جستجو کی، متاعِ گم شدہ کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

نکل گئی ہے وہ کوسوں دیارِ حرماں سے

آپ کو معلوم ہے کہ یہاں فیضی نے کبھی بارِ عیش کھولا تھا:

نہیں ہے، میرے جسمِ ناساز کا قصور ہے

ہرچہ ہست از قامتِ ناساز و بے اندامِ ماست
ورنہ تشریفِ تو بر بالائے کس دشوار نیست

۱۹ ر کو جب گلمرگ سے سری نگر آ رہا تھا تو راہ میں ڈاک کھولی اور آپ کا نامۂ منظوم ملا۔ کیا عرض کروں کس درجہ طبیعت متاثر ہوئی۔ سراپا شکر گذار اور ہمہ تن رہینِ منت ہوں۔

قلیلٌ منک یکفینی ولٰکن
قلیلک لا یقال لہ قلیل

ہزار قافلۂ شوق می کشد شبگیر
کہ بارِ عیش کشاید بخطۂ کشمیر

لیکن میرے حصے میں ناخوشی و ملالت کا بار آیا۔ یہ بوجھ جس طرح کاندھوں پر اٹھائے آیا تھا اُسی طرح اٹھائے واپس جا رہا ہوں۔ خود زندگی سَر تا سَر ایک بوجھ ہی ہے، خوشی سے اٹھائیں یا ناخوشی سے، مگر جب تک بوجھ سر پر پڑا ہے، اٹھانا ہی پڑتا ہے:

ما زندہ از انیم کہ آرام نگیریم

گلمرگ سے سری نگر آ گیا ہوں اور ایک ہاؤس بوٹ میں مقیم ہوں۔ کل گلمرگ سے روانہ ہو رہا تھا کہ ڈاک آئی اور اجمل خاں صاحب نے آپ کا مکتوبِ منظوم حوالے کیا۔ کہہ نہیں سکتا کہ اس پیامِ محبت کو دلِ دردمند نے کن آنکھوں سے پڑھا اور کن کانوں سے سنا۔ میرا اور آپ کا معاملہ تو وہ ہو گیا ہے جو غالبؔ نے کہا تھا:

با چوں توئی معاملہ بر خویش منت است
از شکوۂ تو شکر گذارِ خودیم ما

آپ نے اپنے تین شعروں کا پیامِ دلنواز نہیں بھیجا ہے لطف و عنایت کا ایک دفتر کھول دیا ہے:

قلیل منک یکفینی ولٰکن
قلیلک لا یقال لہ قلیل

یہ خط آپ کے نامۂ منظوم کی رسید ہے۔ مجھے جو لکھنا ہو
اس کے لئے جلدت کا انتظار کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ
ایک دو دن کے اندر کسی نہ کسی طرح وقت نکالوں گا۔
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ابوالکلام

ان سطور کو آئندہ خامہ فرسائیوں کی تمہید تصور کیجئے۔
رہائی کے بعد جو کہانی سنانی تھی وہ ابھی تک
نوکِ قلم سے آشنا نہ ہو سکی۔ والسلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ابوالکلام

(۴۰)

نسیم باغ۔ سری نگر

۴ر ستمبر ۱۹۴۵ء

صدیق مکرم۔ وہی صبح چار بجے کا جانفزا
وقت ہے۔ ہاؤس بوٹ میں مقیم ہوں۔ داہنی طرف
جھیل کی وسعت شالامار اور نشاط باغ تک پھیلی
ہوئی ہے۔ بائیں طرف نسیم باغ کے چنار کے درختوں
کی قطاریں دور تک چلی گئی ہیں۔ چائے پی رہا ہوں
اور آپ کی یاد تازہ کر رہا ہوں۔

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم
بُعدِ منزل نہ بود در سفرِ روحانی

گرفتاری سے پہلے آخری خط جو آپ کے نام لکھا
تھا وہ ۹ر اگست ۱۹۴۲ء کی صبح کا تھا۔ کلکتہ سے بمبئی
جا رہا تھا۔ ریل میں خط لکھ کر رکھ لیا تھا بمبئی پہنچکر
اجمل خاں صاحب کے حوالے کروں گا کہ نقل رکھ کر
ڈاک میں ڈالدیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ انھوں نے نقل

از ماہپرس دردِ دل ما کہ یک زماں
خود را بجلد پیش تو خاموش کردہ ایم

صدیق مکرم۔ ....
....
....
....
....
- - - - - - - - - -
- - - - - - - - - -
- - - - - - - - - وہ ۹ر اگست
- - - - - - - - - -
- - - - - - - - - حوالے کروں گا۔
وہ نقل رکھ کر آپ کو بھیجدیں گے ....

رکھنے پر اصرار کیا تھا۔ لیکن بمبئی پہنچتے ہی کاموں کے
ہجوم میں اس طرح گم ہوگیا کہ خط بھیجنے کا خیال نہ
رہا۔ ۹ اگست کی صبح کو جب مجھے گرفتار کرکے
احمد نگر لے جارہے تھے تو راہ میں بعض کاغذات دیکھنے
کے لئے اٹاچی کیس کھولنا پڑا اور یکایک وہ خط سامنے
آگیا۔ اب دنیا سے تمام علائق منقطع ہوچکے تھے اور
ممکن نہ تھا کہ خط ڈاک میں ڈالا جاسکے۔ میں نے اُسے
اٹاچی کیس سے نکال کر کاغذات کے ایک فائل میں
رکھ دیا۔

دو بجے ہم احمد نگر پہنچ گئے اور بیس منٹ کے
بعد قلعہ کے اندر مقید تھے۔ اب اس دنیا میں جو قلعہ سے
باہر تھی اور اس میں جو قید خانے کی چار دیواری کے اندر
تھی، برسوں کی مسافت حائل ہوگئی۔

کیف الوصول الی سعاد و دونہا
قلل الجبال و بینہن حتوف

دوسرے دن یعنی ۱۰ اگست کو حسب معمول صبح تین
بجے اٹھا۔ چائے کا سامان، جو سفر میں ساتھ رہتا ہے
وہاں بھی سامان کے ساتھ آگیا تھا۔ میں نے چائے دم
دی، فنجان سامنے رکھا، اور اپنے خیالات میں ڈوب
گیا۔ خیالات مختلف گوشوں میں بھٹکنے لگے تھے اچانک
وہ خط جو ۳ اگست کو ریل میں لکھا تھا اور کاغذات

......اصرار کیا تھا اور میں نے یہ طریقہ منظور کرلیا
تھا۔ لیکن بمبئی پہنچتے ہی کاموں کے ہجوم میں اس طرح
کھوگیا کہ......................
.... احمد نگر لے جارہے تھے تو بعض کاغذات رکھنے
کے لئے راہ میں اٹاچی کیس کھولا اور یکایک وہ
.... تھے، ممکن نہ
تھا کہ کوئی خط...............
مسودات کی فائل میں رکھ دیا اور فائل کو صندوق میں
بند کردیا۔ دو بجے ہم احمد نگر پہنچے اور پندرہ منٹ کے
بعد قلعہ کے اندر محبوس تھے...... اور اس دنیا میں
جو قلعہ کے اندر تھی، برسوں کی مسافت حائل ہوگئی؛
....
....
....
....
....
....
....
....
میدانوں میں بھٹکنے لگے تھے، اچانک وہ خط جو ۳ اگست کو
.... تھا یاد آگیا۔

میں پڑا تھا سامنے آگیا۔ بے اختیار خواہش پیدا
ہوئی کہ آپ سُن رہے ہوں یا نہ سن رہے ہوں مگر
روئے سخن آپ کی طرف پھیر دوں۔ چنانچہ اس عالم
میں ایک مکتوب قلمبند ہوگیا اور اس کے بعد ہر
دوسرے تیسرے دن مختلف مکتوبات قلمبند ہوتے
رہے آگے چل کر بعض دوسرے احباب و اعزہ
کی یاد بھی سامنے آتی رہی اور اُن کی مخاطبت میں
بھی گاہ گاہ بزمِ سخن آراستہ ہوتی رہی قید خانے سے
باہر کی دنیا سے علائق یک قلم قطع ہو چکے تھے۔ کچھ
معلوم نہ تھا کہ یہ مکتوبات کبھی مکتوب الیہم تک پہنچ
بھی سکیں گے یا نہیں۔ تاہم ذوقِ مخاطبت کی
طلب گاریوں نے کچھ ایسا مجبور کر دیا تھا کہ قلم اٹھالیا
تو پھر رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ لوگوں نے نامہ بری
کا کام قاصدوں سے لیا ہے میرے حصے میں عنقا آیا:

ایں رسم و راہ الخ

۱۰ اگست ۴۲ء سے مئی ۴۳ء کے اواخر
تک ان کا سلسلہ بلا انقطاع جاری رہا تھا لیکن
اس کے بعد رک گیا۔ کیونکہ ۹ اپریل ۱۹۴۳ء کے
حادثے کے بعد طبع درماندۂ حال بھی رک گئی تھی اور
اپنی درماندگیوں میں گم تھی۔
اس زمانے میں بعض مصنفات کی تحریر کا کام

بے اختیار جی چاہا کہ کچھ دیر آپ کی مخاطبت میں بسر
کروں اور آپ سن رہے ہوں یا نہ سن رہے ہوں مگر
روئے سخن آپ ہی کی طرف رہے۔ چنانچہ اس عالم
میں ایک مکتوب قلمبند ہوگیا اور اس کے بعد ہر
دوسرے تیسرے دن مکتوبات قلمبند ہوتے رہے۔

....

.... سامنے آئی
...... گاہ گاہ طبعِ واماندۂ حال دراز نفسی کرتی رہی
.... دنیا سے سارے رشتے کٹ چکے تھے
اور مستقبل پردۂ غیب میں مستور تھا۔ کچھ معلوم نہ تھا کہ.....
تاہم ذوقِ مخاطبت کی طلب گاریاں کچھ اس طرح دلِ
ستمند پر چھا گئیں کہ قلم اٹھا لیتا تھا تو پھر رکھنے کو جی نہیں
چاہتا تھا۔ لوگوں نے نامہ بری کا کام کبھی قاصد سے لیا
کبھی بالِ کبوتر سے۔ میرے حصے میں عنقا آیا:

....

۱۰ اگست ۴۲ء سے مئی ۱۹۴۳ء تک ان مکتوبات کی نگارش
کا سلسلہ جاری رہا لیکن اس کے بعد رک گیا.....

....

.... اور اپنی واماندگیوں
میں گم تھی۔
اگرچہ اس کے بعد بھی بعض مصنفات کی تسوید و ترتیب

بدستور اپنے مقررہ اوقات میں ہوتا رہا اور جو معمولات قلعہ احمد نگر کی زندگی میں قرار پاگئے تھے اُن میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ تاہم یہ حقیقتِ حال چھپانی نہیں چاہتا کہ یہ جو کچھ بھی قرار و سکون کی حالت تھی، جسم و صورت کی تھی، قلب و روح کی نہ تھی۔ جسم کو میں نے جلنے سے بچا لیا تھا مگر دل کو نہیں بچا سکتا تھا۔

نسخۂ دیوانہ دارم کہ در صحراست بیداری

اس کے بعد بھی گاہ گاہ واقعات کی تحریک کام کرتی رہی اور رشتۂ فکر کی گرہیں کھلتی رہیں تاہم سلسلۂ کتابت کی وہ تیز رفتاری قائم نہ رہی جو اوائل میں ساتھ دیتی رہی تھی۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں جب احمد نگر سے بانکوڑا میں قید تبدیل کر دی گئی تو طبیعت کی آمادگیوں نے بالکل جواب دیدیا تھا۔ اب صرف بعض مصنفات کی تکمیل کا کام جاری رکھا جا سکا اور کسی بات کی طرف طبیعت متوجہ نہ ہو سکی

تین برس ہوں یا تین دن، تین گھنٹے ہوں یا تین لمحے، لیکن جب گذرنے پر آتے ہیں تو گذر ہی جاتے ہیں:

زیں ہوسہا بگزر یا نہ گذر، می گذرد

کا کام بدستور جاری رہا اور قلعہ احمد نگر کی اور تمام معمولات بھی بغیر کسی تغیر کے جاری رہیں۔ ....

.... تاہم . . . .

کہ قرار و سکون کی یہ جو کچھ نمائش تھی جسم و صورت کی تھی، قلب و باطن کی نہ تھی۔ جسم کو میں نے جلنے سے . بچا لیا تھا مگر دل نہیں بچا سکا تھا۔

. . . .

اس کے بعد بھی گاہ گاہ حالات . . . .

. . . .

وہ تیز رفتاری مفقود ہو چکی تھی جس نے اوائل حال میں طبیعت کا ساتھ دیا تھا۔ اپریل . . . .

. . . .

نے آخری جواب دیدیا۔ . . . .

. . . . اور کسی تحریر و تسوید کی لیے طبیعت مستعد نہ ہوئی

تین برس کی مدت ہو یا تین دن کی، مگر جب گذرنے پر آتی ہے تو گذر ہی جاتی ہے۔ گذرنے سے پہلے سوچیے تو حیرانی ہوتی ہے کہ یہ پہاڑ سی مدت کیونکر کٹے گی؛ گذرنے کے بعد سوچیے تو تعجب ہوتا ہے کہ جو کچھ گذر چکا وہ چند لمحوں سے زیادہ نہ تھا!

رہائی کے بعد جب ۲۱ جون کو کلکتے سے بمبئی آیا اور
سی دوست کے یہاں اسی کمرے میں ٹھہرا جہاں
ن برس پہلے اگست ۱۹۴۲ء میں ٹھہرا تھا تو یقین
کیجئے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ۹ اگست ۱۹۴۲ء
سارا ماجرا کل کی بات تھی اور یہ پورا زمانہ ایک
ح شام سے زیادہ نہ تھا۔ حیران تھا کہ جو کچھ گذر
وہ خواب تھا یا جو کچھ اب دیکھ رہا ہوں یہ خواب
ے:

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب سے

دن بانکوڑا میں رہا ہوا تھا یہ تمام مکتوبات نکالے
اور ایک فائل میں بہ ترتیب تاریخ جمع کر دیئے
خیال تھا کہ انھیں نقل کے لئے دیدوں گا اور
صل آپ کی خدمت میں بھیجدوں گا۔ لیکن شملے
بعض احباب کی نظر سے بعض مکاتیب گذرے
مُصر ہوئے کہ انھیں بلا تاخیر طباعت کے لیے دیدوں
ایک خوشنویس مراد آباد میں ان کی کتابت
ہے ہیں اور تمام مسودّات اُن ہی کے پاس
انشاء اللہ عنقریب وہ ایک رسالے کی صورت
شایع ہو جائیں گے اور میں قلمی مکاتیب کی
بوعہ مکاتیب کا نسخہ آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔
سلسلے کا پہلا مکتوب شملہ میں ایڈیٹر صاحب مدینہ نے

رہائی کے بعد جب کانگریس ورکنگ کمیٹی کی صدارت
کے لئے ۲۱ جون کو کلکتے سے بمبئی آیا اور اسی مکان
اور اسی کمرے میں ٹھہرا جہاں تین برس پہلے اگست ۱۹۴۲ء
میں ٹھہرا تھا، تو یقین کیجئے "ایسا محسوس ہونے لگا جیسے
۹ اگست اور اس کے بعد کا سارا ماجرا کل کی بات
ہے اور یہ پورا زمانہ ایک صبح و شام سے زیادہ نہ تھا۔۔
.... یا جو کچھ گذر رہا ہے
یہ خواب ہے۔

....

۱۵ جون کو جب بانکوڑا میں رہا ہوا تو تمام مکتوبات
نکالے اور ..... جمع کر دیئے ۔ ..... انھیں
حسب معمول نقل کے لئے .... لیکن
جب مولوی اجمل خاں صاحب کو ان کی موجودگی کا علم
ہوا تو وہ بہت مُصر ہوئے کہ انھیں بلا تاخیر اشاعت کے
لئے دیدینا چاہیے۔ چنانچہ ایک خوشنویس کو شملے میں بلا
لیا گیا اور پورا مجموعہ کتابت کے لئے دیدیا گیا۔ اب کتابت
ہو رہی ہے اور امید ہے عنقریب طباعت کے لئے پریس
کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اب میں ان مکتوبات کو قلمی مکتوبات
کی صورت میں نہیں بھیجوں گا! مطبوعہ مجموعے کی صورت
میں پیش کروں گا۔ شملے میں اخبار مدینہ بجنور کے ایڈیٹر صاحب
آئے تھے انھوں نے مولوی اجمل خاں صاحب سے اس سلسلے کے

اجمل خاں صاحب سے لے لیا تھا جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔

مکتوبات کے دو حصے کر دیئے ہیں: غیر سیاسی اور سیاسی۔ ابھی پہلے حصے کی کتابت ہو رہی ہے، اس کے تمام مکاتیب بلا استثنار آپ کے نام ہیں۔

پرسوں ، ۲ کو یہاں سے دہلی جا رہا ہوں چونکہ امریکن دوستوں کی عنایت سے ہوائی جہاز کا انتظام ہو گیا ہے اس لئے ڈھائی گھنٹے میں دہلی پہنچ جاؤں گا اور پھر عید وہاں کر کے بمبئی کا قصد کروں گا

۱۰ ار سے ۲۴ ر تک وہیں قیام رہے گا۔

ابوالکلام

پہلے مکتوب کی نقل لے لی تھی وہ اخبارات میں شائع ہو گیا ہے۔

.... اور سیاسی۔ یہ مجموعہ غیر سیاسی مکاتیب پر مشتمل ہے، اس کے تمام مکاتیب بلا استثنار آپ کے نام لکھے گئے ہیں۔

پرسوں دہلی کا قصد ہے۔ چونکہ امریکن فوج کے جنرل مقیم دہلی نے از راہِ عنایت: اپنے خاص ہوائی جہاز کے یہاں بھیجنے کا انتظام کر دیا ہے، اس لئے موٹر کار کے تکلیف دہ سفر سے بچ جاؤں گا اور ڈھائی گھنٹے میں دہلی پہنچ جاؤں گا۔ عید کی نماز پڑھ کر بمبئی روانہ ہونا ہے۔

۱۰ ار سے ۲۴ ر تک بمبئی میں قیام رہے گا۔

ابوالکلام

اُسوۂ نبوی (حصہ اول) یعنی مصائب سرورِ کونین کا بیان :- رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر منزل میں سراپا اُسوہ اور نمونہ ہے، ہم اپنی زندگی کے جس حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے سبق حاصل کرنا چاہیں ہمیں سبق ملے گا، خواہ دُکھ اور مظلومی کی زندگی ہو خواہ اقتدار و مسرت کی۔ اُسوۂ نبوی کے اس حصہ میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ پہلو نمایاں کیا گیا ہے جس کا تعلق مصائب اور اذیتوں سے ہے موجودہ دور میں اس ملک کے مسلمان جس دور سے گذر رہے ہیں اس کتاب کا مطالعہ ان کے لئے خاص طور پر مفید اور سبق آموز ہوگا۔ کتاب اس انداز میں مرتب کی گئی ہے کہ آپ اس کو شروع کرنے کے بعد پڑھتے ہی چلے جائیں گے اور ختم کرنے کے بعد محسوس کریں گے کاش سلسلہ اور دراز ہوتا۔ اپنے رنگ کی بہترین کتاب۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت مجلد ۳/۷۵

غالب نما

از:-

جناب نثار احمد صاحب فاروقی - یونیورسٹی لائبریری - دہلی یونیورسٹی۔ دہلی

"غالب نما" کی ایک قسط برہان (فروری ۱۹۷۰ء) میں شائع ہو چکی ہے جس میں ۲۷۳ - اندراجات تھے، اسی سلسلے کی ایک قسط ماہ نامہ تحریک دہلی (مارچ ۱۹۷۰ء) میں بھی شائع ہوئی اور اس میں ۲۶۰ مضامین کے اندراج تھے۔ اب قارئینِ برہان کے سامنے گویا تیسری قسط پیش کر رہا ہوں جس میں ۱۴۹ مضامین کا انڈکس ہے، اس کے ساتھ کل اندراجات کا شمار (۶۸۲) ہو جاتا ہے۔

میں نے قارئینِ کرام سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ اس اشاریئے کی تکمیل کے سلسلے میں میری رہبری فرمائیں گے تو ممنون ہوں گا۔ الحمد للہ کہ بہت سے کرم فرماؤں نے میری توقع سے زیادہ اس کام کو پسند کیا اور نئے مضامین کی نشان دہی بھی کی جن میں خصوصیت کے ساتھ جناب مبارز الدین رفعت (گلبرگہ) جناب محمد یونس خالدی (لکھنؤ) جناب شارق میرٹھی (مودہا ضلع ہمیر پور) جناب سید زکی الدین (شمالی ارکاٹ) کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

"غالب نما" کتابی صورت میں شائع ہوگا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہر اعتبار سے مکمل ہو۔ بہت سے قدیم اخبارات اور رسالے ایسے ہیں جو میری دسترس میں نہیں اور ان کے فائل آسانی سے ملتے بھی نہیں مثلاً صلائے عام (دہلی) الناظر (لکھنؤ) معنف (علی گڈھ) وغیرہ ایسے رسائل کے جتنے فائل ابھی تک ملے ہیں، اُن سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے، پھر بھی بہت کچھ باقی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ احباب ایسے کمیاب رسائل سے مضامین و مقالات کی فہرس تیار کرنے میں میری اعانت کریں۔

میں نے یہ بھی التزام کیا ہے کہ غالب کی کتابوں کے جتنے اڈیشن نکلے ہیں، اُن کی نشان دہی بقید

مطبع و سالِ طباعت کی جائے۔ اسی طرح غالب پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں نہ صرف اُن کے تمام اڈیشن نظر میں رہیں بلکہ جن اخباروں یا رسالوں میں اُن پر تبصرے ہوئے ہیں اُن کی نشاندہی بھی کی جائے۔

ابتدا میں مضامین کی تلخیص کا کام شروع کیا تھا۔ لیکن ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مضامین و مقالات کا اشاریہ بنانا اور تلخیص کا التزام رکھنا آسان نہیں ہے۔ دوسرے اس صورت میں کتاب قابو سے باہر ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے صرف اہم مضامین کی مختصر ترین تلخیص پر اکتفا کیا ہے جس سے موضوع کی طرف رہنمائی ہو سکے۔ یہ اندراجات اور اس سے پہلے جو پیش کئے گئے مضمون نگاروں کے ناموں کی ابجدی ترتیب سے دیئے گئے ہیں۔ کتابی شکل میں اشاعت کے وقت ان کو تین مختلف ترتیبوں سے پیش کیا جائے گا (۱) مصنف کے نام سے۔ (۲) کلاسی فایئڈ: یعنی ولادت سے وفات تک کے اہم واقعات کی ترتیب قائم کر کے موضوعات کے اعتبار سے تقسیم۔ (۳) رسائل اور اخبارات کی ابجدی ترتیب سے۔ مثلاً آجکل، برہان، معارف اور نگار وغیرہ میں شائع شدہ سب مضامین یکجا کر دیئے جائیں گے۔

یہ نکتہ ایک بار پھر دُہرا دوں کہ ہر اندراج کے بعد جو ہندسے دیئے گئے ہیں اُن میں پہلا مہینے کو اور دوسرا سال کو ظاہر کرتا ہے مثلاً ۵ : ۲۵ = مئی ۱۹۲۵ء۔ اس بار میں نے جلد نمبر اور شمارہ نمبر بھی درج کر دیا ہے۔ قوسین میں (ک) سے مراد "کتاب" ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہیں گے۔

نثار احمد فاروقی

یونیورسٹی لائبریری۔ دہلی ۸

۳۰ مارچ ۱۹۶۰ء

۲۷۳۔ آرزو (مختار الدین احمد): غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط اور چند اصلاحیں۔ آجکل ۲ : ۵۵ جلد ۱۳ ش ۷

۲۷۴۔ مرزا غالب کے چند غیر مطبوعہ اشعار۔ ہمایوں (لاہور)

۱: ۴۱ جلد ۳۹ ش ا (منقول از رسالہ "ایشیا" میرٹھ
اس میں تذکرہ "عمدۂ منتخبہ" (قلمی) سے چند اشعار جو غالب
کے متداول دیوان سے غیر حاضر ہیں اور تذکرۂ "سراپا
سخن" سے ایک شعر پیش کیا ہے)

۲۷۵۔ نوادر غالب۔ ہمایوں (لاہور) ۷: ۵۰۔
جلد ۵۸ ش ا (منقول از "آجکل" ۲: ۵۰)

۲۷۶۔ آرگس:
غالب بے نقاب: نگار (لکھنؤ) ۲: ۲۸

۲۷۷۔ آسی (عبدالباری):
غالب اور تکرار مضامین۔ ایوان (گورکھپور)
۱: ۳۲

۲۷۸۔ آفاق (آفاق حسین):
مکتوبات غالب و مجروح۔ ماہ نو (کراچی)
۲: ۵۵

۲۷۹۔ ابدالی (رخشاں):
غالب کی اصلاحیں۔ ہمایوں ۸: ۵۰ جلد
۵۸ ش ۲ (مضمون نگار کے دادا صوفی منیری کے
کلام پر۔ منقول از "مخزن" لاہور)

۲۸۰۔ احتشام حسین (سید):
غالب کا فلسفۂ تصوف "زمانہ" (کانپور) ۹:
۴۸ جلد ۹۱ ش ۳

۲۸۱۔ احمد حسن صفی پوری (سید):
فارسی کا ایک گمنام شاعر۔ زمانہ ۱۰: ۲۷ جلد ۴۹
ش ۴ (عزیز صفی پوری شاگرد غالب۔ تا دم تحریر مضمون
حیات تھے)

۲۸۲۔ احمد مارہروی (احمد الدین):
غالب اور اس کی شاعری (ک) ناشر سفیر
بک ایجنسی، سبزی منڈی۔ الہ آباد

۲۸۳۔ اختر (ہری چند):
مصنف کے حالات اس کی تصانیف سے۔ ہمایوں
۵: ۳۰ جلد ۳۳ ش ۵ (منقول از "شیرازہ" لاہور۔
غالب کے حالات مزاحیہ تمثیلی انداز میں)

۲۸۴۔ ادارہ:
آیات وجدانی: یاس یگانہ (تبصرہ) زمانہ
۷: ۲۸ جلد ۵۱ ش ا (موازنۂ یاس و غالب اور یاس
کی شاعری پر ایرادات)

۲۸۵۔ ادبی خطوط غالب مرتبہ مرزا محمد عسکری (تبصرہ)
زمانہ ۱۲: ۲۹ جلد ۵۳ ش ۷

۲۸۶۔ بزم ادب (شذرات) ادبی دنیا (لاہور)
۳: ۳۵ جلد ۱۱ ش ۵ ("پنڈت کیفی نے ۲۴ جنوری
۱۹۳۵ء کو لالہ سری رام کے مکان پر جلسہ کیا اور
"انجمن یادگار غالب" کی تشکیل عمل میں آئی۔ اس کے